حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ

ابوبکر شبلی

عمدۃ العارفین حضرت مولانا ابوالحسن تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سرزمینِ پاک و ہند کے عظیم روحانی پیشوا اور مشہور سیاسی و سماجی رہنما تھے۔ وادیٔ سندھ کے ماضی قریب میں جو بزرگ ہستیاں اور مشہور دینی و ملی شخصیتیں گذری ہیں، حضرت مولانا امروٹیؒ کو ان سب میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

آپ کی ولادت قصبہ دیوانی تحصیل روہڑی ضلع سکھر میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ تولد متعین نہیں ہو سکی۔ اندازہ یہ ہے کہ آپ ۱۸ ویں صدی کے نصف آخر کے ابتدائی سالوں میں پیدا ہوئے۔ آپ حسب نسب کے لحاظ سے سید تھے۔ آپ کا خاندان اپنے علاقہ میں رشد و ہدایت کا مرکز تھا۔ آپ کے والد حضرت مولانا سید عبدالقادر صاحب علوم ظاہریہ و باطنیہ میں با کمال بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے مراحل اپنے والد کے ہاں طے کئے اور علوم ظاہریہ کی تکمیل حضرت مولانا عبدالقادر صاحب پنہواری تحصیل پنو عاقل ضلع سکھر کے ہاں کی۔ علوم شرعیہ کے حصول کے بعد آپ علوم باطنیہ حاصل کرنے کے لئے قدوۃ العارفین سید السالکین حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور مسلسل ریاضت کے بعد نہایت قلیل عرصہ میں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔ جب آپ روحانی تربیت کے سلسلہ میں بھرچونڈی شریف میں مقیم تھے، انہی دنوں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ بھرچونڈی شریف آئے اور حضرت حافظ صاحبؒ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ یہیں دونوں حضرات کا ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔ اور یہ تعارف آگے چل کر اشاعت اسلام اور احیائے ملت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ یہ ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے۔

حصول خلافت کے بعد آپ نے اپنے مرشد کے حکم سے امروٹ شریف تحصیل گڑھی یاسین ضلع سکھر کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور دعوت الی اللہ و دعوت الی الاصلاح کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ امروٹ میں آپ کے ابتدائی ایام نہایت صبر آزما تھے۔ کئی کئی اوقات آپ کو فاقے ہوتے اور بعض دفعہ آپ صرف ساگ بھات پر اکتفا کرتے لیکن آپ عزم و عمل

کا پیکر بن کر دعوت و عزیمت کے کام میں برابر مصروف رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی طرف عوام کے رجوع میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور نہایت قلیل عرصہ میں امروٹ شریف دعوت الی اللہ کا ایک عظیم مرکز بن گیا۔ امروٹ شریف میں عوامی ضروریات کے پیش نظر آپ نے ایک وسیع مسجد کی بنیاد رکھی اور کئی حجرے تعمیر کرائے اس میں آپ دوسرے خدام کے ساتھ مل کر کام کرتے اور کسی قسم کا امتیاز برتنے نہ دیتے، جب مسجد کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ آپ نے حفظ قرآن اور ناظرہ کے لئے مسجد کے اندر ہی ایک مدرسہ کھولا جس کے تمام اخراجات کے آپ خود ذمہ دار تھے ۱۳۰۸ھ میں سید السالکین حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے آپ ہمہ وقت مغموم اور متفکر رہنے لگے۔ اس المیہ نے آپ کے اندر شعر و شاعری کو جنم دیا۔ آپ نے اپنی شاعری کا آغاز نعتیہ کلام سے کیا۔ مدح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ نے سندھی زبان میں جو اشعار کہے ہیں وہ آج تک عوام میں بے حد مقبول ہیں۔ اپنے بیٹے سید حسن شاہ کی عین نوجوانی کی موت نے آپ کے شاعری کے اور اضافہ کیا۔ آپ نے فارسی کی "یوسف زلیخا" کی طرز پر سندھی زبان میں "پریت ناموں" کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی۔ یہ کتاب عوام و خواص میں بے حد مقبول ہوئی ہے آج تک اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ آپ نے سورۃ یٰسین کا سندھی زبان میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہ ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

۱۳۰۸ھ میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر سندھ میں واپس آئے آپ کی آمد سے دو دن قبل حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈوی اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔ آپ بھرچونڈوی شریف سے ہوتے ہوئے سیدھے امروٹ شریف آئے اور یہیں مستقل سکونت کا ارادہ کیا۔ حضرت مولانا امروٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے ارادہ کو بہت پسند کیا اور رہنے کی تمام سہولتیں مہیا کر دیں۔ حضرت مولانا امروٹی مدظلہ نے آپکی شادی کرا دی۔ اور آپ کی والدہ کو پنجاب سے بلوالیا۔ نیز آپ کے لئے عربی کتابوں کا ایک بہترین ذخیرہ جمع کیا جس میں مصر، استنبول اور قاہرہ کی اہم و نادر کتابیں تھیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ مسلسل سات سال تک نہایت سکون و اطمینان سے امروٹ شریف میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ نے ایک دار العلوم کھولا جس میں علوم اسلامیہ عربیہ خصوصاً فلسفہ ولی اللّٰہی کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ نے امروٹ شریف میں ایک مطبع بھی قائم کیا جس میں سندھی زبان میں کئی دینی کتابیں چھپیں۔ اسی پریس سے "ھدایۃ الاخوان" نامی سندھی زبان میں ایک دینی ماہنامہ بھی کچھ عرصہ تک شائع ہوتا رہا۔

انہی دنوں حضرت مولانا امروٹیؒ نے سندھی زبان میں ترجمہ قرآن شروع کیا جسے کئی سال کی جد و جہد کے بعد آپ نے شائع کرایا۔ اس ترجمہ کے کام میں دیگر مقتدر علماء کے علاوہ حضرت مولانا سندھیؒ سے بھی آپ خصوصی مشورے لیتے رہے۔

یہ ترجمہ آپ کی زندگی میں ہی طبع ہو کر شائع ہوا اور بہت زیادہ مقبول ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد یہ ترجمہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور سے شائع ہوتا رہا اور اب بھی یہی انجمن اس کی اشاعت میں مصروف ہے۔

گو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی سات سال کے بعد امروٹ شریف سے پیر جھنڈہ سندھ منتقل ہو گئے لیکن امروٹ شریف سے آپ کا رابطہ برابر قائم رہا۔ آپ نے حضرت مولانا شیخ الہندؒ کو حضرت مولانا امروٹیؒ سے متعارف کرایا اور حضرت شیخ الہندؒ دو بار امروٹ شریف تشریف لائے اسی طرح حضرت مولانا امروٹی بھی دیوبند تشریف لے گئے اور مدرسہ دیوبند کی پچاس سالہ جوبلی کے جشن میں بھی شریک ہوئے۔

۱۳۳۴ھ میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے حکم سے جب حضرت مولانا سندھیؒ نے کابل جانے کا ارادہ کیا تو حضرت مولانا امروٹیؒ نے ان کو وہاں تک پہنچنے میں ہر طرح کی مدد کی۔ کابل جانے کے بعد بھی حضرت مولانا سندھی نے امروٹ شریف سے رابطہ قائم رکھا۔ چنانچہ آپ نے جو ریشمی خطوط اندرون ہند بھیجے تھے ان میں سے ایک خط حضرت مولانا امروٹیؒ کے نام تھا جو فتح محمد شیخ نامی ایک شخص لایا تھا۔ حکومت کو اس خط کا بر وقت علم ہو گیا آپ کو نظر بند کر کے کراچی بلوایا گیا۔ کراچی کے کمشنر نے اس سلسلہ میں آپ سے سوال و جواب کئے لیکن کافی ثبوت نہ ملنے پر آپ کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نظر بندی سے آپ کی سیاسی زندگی کا باقاعدہ عملی آغاز ہوا اس کے بعد جتنی بھی عوامی اور دینی تحریکیں اٹھیں آپ نے باقاعدہ ان میں حصہ لیا۔ تحریک خلافت میں آپ سندھ میں سب سے پیش پیش تھے۔ اس تحریک کے دوران امروٹ شریف سندھ کا عظیم سیاسی مرکز بن گیا تحریک سے متعلق تمام امور آپ کے مشوروں سے ہی طے ہوتے تھے اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے آپ نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود سندھ اور بیرون سندھ کئی دورے کئے آپ دیوبند، دہلی، میرٹھ، ناگپور اور اجمیر شریف گئے اور کئی جلسوں کی صدارت کی۔ ترک موالات کو کامیاب بنانے کے لئے آپ نے بڑے جوش و خروش سے سندھ کے دورے کئے اور اس مقصد میں آپ کو نمایاں کامیابی بھی ہوئی۔ خلافت عثمانیہ کے بقا کے لئے مسلمانان پاک و ہند نے کابل کی طرف جو احتجاجی ہجرت کی آپ اس کے روح رواں تھے۔ آپ مہاجرین کی اسپیشل ٹرین کے قائدین کر کے پشاور تک گئے لیکن یہ اسکیم کامیاب نہ ہوئی اور آپ بادل ناخواستہ وطن آئے۔

تحریک خلافت کے بعد آپ جمعیت العلماء ہند سے منسلک رہے اور تازیست اس جماعت کیساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ احیائے ملت اسلامیہ اور حریت وطن کے علاوہ آپ کو غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا بھی بہت شوق تھا۔ کیسلئے آپ نے اس سلسلے میں جو کام کیا وہ آج بڑی بڑی انجمنیں سرانجام نہیں دے سکتیں، آپ نے اپنی زندگی میں کم و بیش

پانچ ہزار غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ آپ نے غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا کام جس طرح شروع کیا وہ نہایت پُرکشش اور زود اثر تھا۔ آپ کسی کے سامنے اسلام پر لیکچر نہ دیتے اور نہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی کسی کو دعوت دیتے۔ اس قسم کی نمائشی تبلیغ سے آپ بچتے۔ آپ ذاتی طور پر غیر مسلموں سے روابط قائم کرتے اور وہ لوگ آپ کے اخلاق حسنہ سے اتنے متاثر ہوتے کہ فوراً اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوجاتے آپ کسی پر اسلام قبول کرنے کے لیے جبر نہ کرتے بلکہ اگر کوئی مسلمان ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں آتا تو آپ تلقین کرتے کہ "بیٹا اسلام قبول کرنے میں اتنی جلدی نہ کرو اور سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھاؤ" جب وہ ہر طرح اطمینان کرنے کے بعد اسلام قبول کرنے پر اصرار کرتا تب آپ اس سے باقاعدہ طور پر بیعت لیتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ باہر کے کچھ ہندو مسلمان ہونے کے لئے امروٹ تشریف آتے، مقامی ہندوؤں کو اس کا علم ہوجاتا تو وہ وفد بنا کر آپ کی خدمت میں آتے اور عرض کرتے "حضور ان لوگوں نے جذبات میں آکر یہ فیصلہ کیا ہے آپ موقع دیجئے کہ ہم ان سے علیحدگی میں بات چیت کرلیں" آپ ان لوگوں کی درخواست قبول کرلیتے اور مسلمان ہونے والے افراد سے ان سے بات چیت کرنے کی اجازت دیتے۔ وہ لوگ ان کو اپنے گھروں میں لے جاتے، مندروں میں جاکر ان کو مسلمان نہ ہونے کی تلقین کرتے، لیکن ان کو اسلام قبول کرنے سے باز آنے پر ہرگز آمادہ نہ کرسکتے اس طرح یہ بڑے شوق و ذوق سے دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتے لیکن جب آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، متعصب آریہ سماج ہندوؤں میں آپ کے خلاف نفرت کا جذبہ شدید ہوگیا اب وہ کھل کر آپ کے مقابلہ پر آگئے ایک بار ایک متمول ہندو گھرانے کا ایک نوجوان لڑکا آپ سے متاثر ہوکر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا آپ نے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ ایک بار آپ اس لڑکے کے ساتھ ایک دعوت میں شریک ہونے کے لئے باگڑجی ریلوے اسٹیشن پہنچے تو مقامی ہندوؤں کو اس کا علم ہوگیا وہ لوگ راستہ میں جمع ہوگئے اور زبردستی اس لڑکے کو چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔ رات بھر اس کو بند رکھا، اور اسلام سے باز آنے کے لئے اسے آمادہ کرنے لگے انھوں نے اس کو ہر طرح دھمکایا اور ہر قسم کے لالچ دیے لیکن یہ نوجوان کسی طرح بھی ان کی باتوں میں نہ آیا۔ حضرت مولانا امروٹی ؒ نے اس حملہ کی پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ پولیس نے تفتیش کے بعد اس لڑکے کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور متعلقہ ہندو لیڈروں کو گرفتار کرکے معاملہ عدالت کے سپرد کردیا۔ کافی عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا اس نوجوان نے ہر بار یہ بیان دیئے کہ میں عاقل و بالغ ہوں اور میں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا ہے ہندوؤں نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ لڑکا نابالغ ہے اس کو اپنے والدین کی مرضی کے بغیر مذہب تبدیل کا کوئی اختیار نہیں ہندوؤں نے متحد ہوکر یہ مقدمہ لڑا عدالت نے کافی عرصہ کے بعد آخرکار فیصلہ دیا کہ لڑکا بالغ ہے۔ اس کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کا اختیار ہے -

جس طرف چاہے وہ جاسکتا ہے۔ اس وقت عدالت میں ایک طرف حضرت مولانا امروٹی معہ اپنی جماعت کے کھڑے تھے۔ دوسری طرف اس لڑکے کے والدین، اعزہ واقارب اور سینکڑوں ہندو کھڑے تھے۔ اس لڑکے نے جونہی عدالت کا فیصلہ سنا سیدھا مولانا امروٹیؒ کے قدموں میں گر پڑا۔ اس کے والدین نے اسے اپنی طرف بہت کھینچا لیکن وہ نہ گیا۔ یہ لڑکا اب مولوی نورالحق ہیں، موصوف ضلع لاڑکانہ کے ایک قصبہ میں مقیم ہیں اور دینی تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ ایسا ہی ایک اور واقعہ آپ کے ساتھ پیش آیا۔ ایک ہندو پنڈت کا بیٹا از خود آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ ہندوؤں نے بڑے جوش و خروش سے آپ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی لیکن ناکام ہوئے۔ وہ لڑکا بعد میں شیخ عبداللہ کے نام سے مشہور ہوا۔ جو جماعت امروٹی کے ایک اہم رکن تھے۔

آریہ سماج والے جب آپ کے مقابلے میں ناکام ہوئے تو انھوں نے شدھی کی تحریک شروع کردی وہ نو مسلم افراد کے پاس جاتے اور ان کو ہر طرح کے لالچ دے کر دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے پر آمادہ کرتے۔ حضرت مولانا امروٹیؒ نے اس فتنہ کو دبانے کے لئے مثبت قدم اٹھایا۔ آپ نے چند علماء کی ایک جمعیت بنائی جس میں اس وقت کے مشہور علماء حضرت مولانا عبدالکریم صاحب چشتی، حضرت مولانا دین محمد صاحب وفائی، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب قاسمی، حضرت مولانا عبدالکریم صاحب، حضرت مولانا نبی بخش صاحب عودوی اور دیگر مقتدر علماء شامل تھے آپ نے اس آریہ سماجی اقدام کا منظم مقابلہ کیا اور اس فتنہ کو سرزمین سندھ میں سر اٹھانے کا موقع نہ دیا۔

اشاعت اسلام کی طرح حضرت امروٹیؒ میں جہاد کا بھی شوق تھا۔ آپ ہر وقت اپنے آپ کو جہاد کے لئے مستعد رکھتے۔ آپ فرماتے " کاش کہ میں جہاد میں شریک ہوکر جام شہادت نوش کروں" اس مقصد کے لئے آپ نے چند گھوڑے بھی پال رکھے تھے۔ آپ بذات خود ان گھوڑوں کی ہر طرح خدمت کرتے۔ فرماتے تھے جہاد کے لئے گھوڑے پالنا سنت ہے اور ان کی خدمت کرنا کار ثواب ہے"

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں سکھر بیراج کی کھدائی ہورہی تھی نہروں کی کھدائی کی زد میں تین مساجد آرہی تھیں محکمہ انہار نے طے کیا کہ ان مساجد کو منہدم کرکے راستہ صاف کیا جائے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے تحفظ مساجد کی خاطر اس محکمہ کے خلاف حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر ان مساجد کو شہید کردیا گیا تو مسلمانان سندھ حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کردیں گے شروع میں حکومت نے اس اعلان کو کوئی اہمیت نہ دی اور انہار کی کھدائی کا کام جاری رہا۔ حضرت مولانا امروٹیؒ نے بالآخر جہاد کا اعلان کردیا اور معہ اپنی جماعت کے سر پر کفن باندھ کر گھروں سے نکل آئے اور ان مساجد کے گرد خیمہ زن ہوگئے۔ اس لئے وہ فوراً مصالحت پر آمادہ ہوگئی۔ آخر طے ہوا کہ مساجد کو اپنی اصلی حالت پر

بنے دیا جائے اور نہروں کو ان کے گرد کھودا جائے۔ یہ مساجد اب تک ان انہار کے وسط میں قائم ہیں۔

حضرت مولانا امروٹی ؒ جس طرح ... . ایک عظیم مبلغ اسلام تھے، ویسے ہی بے مثل سیاسی رہنما بھی تھے برطانوی استعمار کے خلاف آپ کی جدوجہد زرین حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ حکومت برطانیہ کے لئے آپ کا وجود ناقابل برداشت تھا۔ مشہور ہے کہ حکومت نے خفیہ طریقہ سے آپ کو زہر دلوایا۔ یہ زہر دیر میں اثر کرنے والا تھا اس کی وجہ سے آپ کا جسم آہستہ آہستہ نحیف ہوتا گیا۔ اور آپ کے تمام بدن پر چھالے نکل آئے اور باوجود بہترین علاج کے طبیعت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ آپ فرماتے تھے مجھے انگریزوں نے زہر دلوایا ہے۔ میں اب زندہ نہیں رہ سکتا چنانچہ یہ عظیم پیشوا اور بطل حریت ۱۹۲۹ء کے آخر میں اس دار فانی سے رخصت ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔

آپ نے اپنے پیچھے ایک عظیم جماعت چھوڑی۔ یہ جماعت توحید اور اتباع سنت میں اپنی مثال آپ ہے۔ یوں تو جماعت کا ہر فرد اسلام کا بہترین عملی نمونہ ہے لیکن آپ کے خلفا وقت کے اہم اور نامور لوگوں میں شمار ہوتے ہیں آپ کے خلفا کی کافی تعداد ہے لیکن حسب ذیل حضرات زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد صالح ؒ صاحب بانجی شریف۔ ضلع سکھر

۲۔ حضرت مولانا عبدالعزیز ؒ صاحب تھریجانی شریف ״

۳۔ حضرت مولانا حماد اللہ ؒ صاحب بانجی شریف ״

۴۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب ؒ لاہور

یہ تمام خلفا اپنے وقت کے عظیم دینی و سیاسی رہنما تھے۔ توحید اور سنت کے مبلغ تھے۔ ان حضرات کے آثار ابھی تک منظر عام پر ہیں۔

حضرت مولانا امروٹی ؒ کی وفات کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت میاں نظام الدین صاحب آپ کی جگہ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی ان کے جانشین ہوئے جو اشاعت دین متین میں ہمہ تن مصروف ہیں۔